اُردو کی ترقی کے لیے ایک تجویز

از

(جناب ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی —— دہلی یونیورسٹی)

"ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی یہ اسکیم احتیاط کے ساتھ غور و فکر کی مستحق ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ

(۱) تہذیبی مرکزوں کے ذریعہ اردو کی آبادی کے ایک ایک فرد کو اس طرح متاثر اور آمادۂ عمل کیا جائے کہ وہ ملک کی ترقی میں پہلے سے زیادہ حصہ لینے لگیں۔ یہ قدیم صوفیانہ طریقِ عمل ہے اور آج بھی اس کی اثرانگیزی اور افادے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسرے فاروقی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اردو ادب کی بہترین روایات جو بازاروں اور خانقاہوں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں وہ دیہات تک پہنچیں اور اردو صحیح معنی میں ایسی ہمہ گیر زبان بن جائے جو شہر اور دیہات میں ربط و اتحاد کا کام دے سکے۔

(۳) تیسرے اس تحریک میں قومی خود اعتمادی، روحانی توانائی اور تعمیری صلاحیت کے ابھارنے پر زور دیا گیا ہے جس کے بغیر ہمارے مطالبے حکومت کے سامنے وزنی نہیں ہو سکتے۔

(۴) چوتھے ایک روپیہ کی مہم سے ہم عوام تک پہنچ سکیں گے اور اس ہمہ جہتی اور تہذیبی تحریک میں ان کی ہمدردی حاصل کر سکیں گے اردو کے نام پر آٹھ کروڑ نہیں، ایک کروڑ، ایک کروڑ نہیں، ایک لاکھ تو متوجہ ہوں گے اور اس روپیہ سے بے شبہ اس قسم کے تہذیبی مرکز قائم ہو سکتے ہیں۔ ہر سال، ایک ایک لاکھ لوگوں کی مدد بھی بہت ہو گی جس سے ایک عنقریب میں کام شروع ہو سکتا ہے ہمیں خوشی ہو گی اگر برہان کے صفحات میں اس تجویز پر سنجیدگی سے اظہار رائے کیا جائے۔" (اڈیٹر)

۱ آج ہندوستان میں اُردو کے مستقبل کے بارے میں عجیب عجیب باتیں کی جاتی ہیں۔ بعض

لوگوں کا خیال ہے کہ اب اردو کے لئے ہندوستان میں کوئی میدان نہیں۔ عاشق کا جنازہ تھا جو بغیر دھوم دھام کے دفن کر دیا گیا لیکن ان حضرات نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اردو ہند آریائی زبان ہے اور غیر مذہبی اور عوامی فضا میں پیدا ہوئی ہے ۔ نئے ہندوستان کا قافلہ بھی غیر مذہبی اور جمہوری راستہ پر چل رہا ہے دونوں میں کوئی تضاد یا تناقص نہیں بلکہ رابطۂ یک جہتی ہے۔ اردو کو ہندوستانی زبانوں میں جو اہمیت حاصل ہے وہ اتفاقی نہیں بلکہ ہزاروں سال کی تمدنی ضروریات اور تحریکات کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم اردو کی مدد سے نئے ہندوستان کے تمدنی نقشے میں رنگ بھر سکتے ہیں اور اس کے مرقع کو پہلے سے بھی زیادہ اونچی محراب پر سجا سکتے ہیں۔ اگر ہم اردو کے فن کاروں۔ شاعروں۔ اور ادیبوں کو بھول گئے یا اُن کے کارناموں کی پرچھائیاں ہمیں نئے تمدن میں حرکت کرتی ہوئی نہ معلوم ہوئیں تو اس سے نہ صرف اُردو کو نقصان پہنچے گا بلکہ ہندوستان کی تہذیب کو بھی نقصان پہنچے گا۔

نئے ہندوستان کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ اپنی نامذہبی اور جمہوری بُنیادوں کو مضبوط کرے۔ اردو بھی جمہوری کوششوں کی یادگار ہے وہ کبھی کسی سلطنت کی سرکاری زبان نہیں رہی، سیاسی انحطاط کے زمانے میں صرف عوامی کوششوں اور ضرورتوں سے آگے بڑھی اور پھیلی۔ اس لئے آسان اردو اور آسان ہندی میں کوئی فرق نہیں اور میرا عقیدہ ہے کہ اگر ہمیں اس ملک میں جمہوریت اور یونیورسل سفرج کے تجربوں کو کامیاب بنانا ہے تو ان دونوں زبانوں کو اور قریب لانا ہوگا۔ باوجود وقتی اور ہنگامی اختلاف کے ہندوستان کی کوئی دوسری زبان ہندی سے اتنی قریب نہیں جتنی اُردو ہے۔ اس لئے دونوں مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اس وقت ایک نئی ہندوستانی تہذیب ملک کے بطن سے پیدا ہو رہی ہے ہمیں اس کی نشو ونما میں پورا حصہ لینا اور اس پر اثر انداز ہونا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ اور خاص طور پر زبان کے اختلاف کے دائروں کو کم کرتے جائیں۔ دستور کی دفعہ ۳۵۱ میں لکھا ہے کہ ہندی زبان کا ایک وسیع تصور سامنے رکھا جائے اور اس کو اس طرح ترقی

دی جائے کہ وہ ہندوستان کی مختلف تہذیبوں کے ماننے والوں کے اظہارِ خیال کا ذریعہ بن سکے۔ یہ بھی اردو کے لئے ایک بڑا موقع ہے۔ وہ اپنی ملنساری اور عوام دوستی سے نہ صرف یہ کہ ہندی پر بڑا اثر ڈال سکتی ہے بلکہ اس کے ادب کا رخ بھی متعین کر سکتی ہے۔

میری یہ باتیں ممکن ہے بعض لوگوں کو عجیب اور انوکھی معلوم ہوں لیکن اگر آپ کا جمہوریہ ہند کے ترقی پسند ہونے پر، ہندوستانی تہذیب کے اتحاد پسند ہونے پر، اور ہندوستانی سماج کے معقول پسند ہونے پر یقین ہے تو اس میں کچھ بھی انوکھا پن نہیں ہیں تو ایسے ہندوستان کا خواب دیکھتا ہوں جس میں سب ادیوں اور زبانوں کا پورا احترام ہوگا اور اس کے رہنے والے نہ صرف زبان و ادب کی تنویری قوت سے باخبر ہوں گے بلکہ اُن کی تزئین و آرائش کا پورا سامان بہم پہنچائیں گے۔ مجھے اُردو کی ترقی کے سلسلہ میں نہ حکومت سے اندیشہ ہے اور نہ ہندی والوں کا خوف ہے بلکہ سچ پوچھئے تو اردو والوں کی بے عملی اور بے حسی اس کے حق میں سب سے بڑا خطرہ نظر آتی ہے مانا کہ دستخطی مہم ہمارا بڑا کارنامہ ہے لیکن یہ کُل مراد تو نہیں۔ اصلی مسئلہ یہ ہے کہ اردو کا حلقہ روز بروز کم ہوتا جارہا ہے۔ اردو اسکولوں اور کالجوں میں ختم ہوتی جارہی ہے نئی کتابوں کے چھپنے کی رفتار کم ہوتی جارہی ہے اور جو چھپتی ہیں ان کے لئے خریدار نہیں ملتے۔

ہم نے اس سلسلہ میں کیا کیا ہے؟

ہم ہر چیز کو بنیئے کی ترازو میں تو لنے کے عادی ہو گئے ہیں اور جدھر پلہ جھکتا ہے خود بھی اُدھر جُھک جاتے ہیں ہم اُردو اس لئے نہیں پڑھتے کہ اس سے ہمیں روٹی نہیں ملتی، اُردو سے اب اس لئے انحراف ہے کہ اس سے نوکری نہیں ملتی۔ تنخواہ میں اضافہ نہیں ہوتا۔ یہ دراصل گھٹیا قسم کے لوگوں کا اندرونی روگ ہے، یہ لوگ اگر اس ذہن اور دماغ کے ساتھ کوئی دوسری زبان پڑھیں گے تو اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ یہ دراصل خرید و فروخت کی گمراہ کُن ذہنیت ہے جو اُن سے دوستی، محبت اور انسانی قدروں اور عقیدوں کو بھی اسی طرح

خوانچہ والوں کی ترازو میں تلوائے گی۔ یہ نقد سودے کا اصول اگر زندگی پر حادی ہو گیا تو پھر ہم سارے تہذیبی کام بند کر دیں گے اور خود فریبی کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیں گے۔۔۔۔ یہ رونا اُردو کا نہیں بلکہ قومی زندگی کا رونا ہے اس کے پیچھے جو ذہنیت کار فرما ہے وہ حد درجہ پست۔ انفرادی اور انتشاری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے زندگی کے وہ اعلیٰ مقاصد نہیں جو اسے بامعنی اور بامقصد بنا دیتے ہیں، زبان و ادب کا کل زندگی میں جو مقام ہے اس کے ہم شناسا نہیں ایسے لوگ جب ہندی یا معاشیات یا سائنس پڑھتے ہیں تو اس لئے نہیں پڑھتے کہ ان کو اس سے غیر معمولی دل چسپی ہے یا وہ اس کی سچے دل سے خدمت کرنا چاہتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ انھوں نے اپنے آپ کو یہ دھوکہ دے لیا ہے کہ اس طرح بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میں روٹی کی اہمیت کو مانتا ہوں لیکن اس فرض کے پورا کرنے میں ذوقی صلاحیتوں اور تہذیبی مطالبوں سے دست بردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوں، میں جانتا ہوں کہ پراگندہ روزی پراگندہ دل ہوتا ہے لیکن بے روزگاری کا مسئلہ اتنا آسان نہیں، یہ کسی مضمون کے پڑھنے یا نہ پڑھنے سے طے نہیں ہو سکتا۔ یہ اس سے کہیں زیادہ بڑا معاملہ ہے۔ یہ سارے ملک کی معاشی تنظیم کا مسئلہ ہے۔ پیداوار اور دولت کی مناسب تنظیم اور بہتر تقسیم کا مسئلہ ہے۔

اس ضمن میں ایک بہت دل نشین انگریزی عبارت کا ترجمہ جناب خواجہ غلام السیدین صاحب نے دہلی یونیورسٹی کی بزمِ ادب کے جلسہ میں سنایا تھا اس کا ایک ٹکڑہ آپ بھی سن لیجئے:۔

"انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رہتا۔ بلکہ زندہ رہتا ہے حسن اور ہم آہنگی سے۔ صداقت اور نیکی سے۔ کام اور کھیل سے۔ محبت اور دوستی سے۔ آرزو کی خلش اور عبادت کے شوق سے۔

صرف روٹی سے نہیں بلکہ گلاب کی عطر بیزی سے، نارنگی کے شگوفوں کی مہک سے، تازہ کٹی ہوئی گھاس کی بھینی بھینی خوشبو سے، دوست کے مصافحہ کی گرمی اور ماں کے محبت بھرے پیار کے گداز سے

صرف روٹی سے نہیں بلکہ شاعروں کے تغزل سے۔ حکما کی حکمت سے۔ اولیاء کے تقدس سے اور بلند ہستیوں کی داستانِ حیات سے۔

صرف روٹی سے نہیں بلکہ رفاقت اور اولو العزمی سے۔ ڈھونڈنے اور پانے سے۔ سیوا اور

مل بانٹ کر کھانے سے۔ چاہنے اور چاہے جانے سے۔"

جناب صدر اگر ہمیں آج اردو کو بچانا اور اس کو ترقی دینا ہے تو ادب کو دولت سے اونچا مقام دینا ہوگا اور حکومت کی امداد سے بے نیاز ہو کر ایک ایسا پلان بنانا ہوگا جو ہماری کل زندگی پر محیط ہو۔

ہندوستان اپنی کمر سیدھی کر چکا ہے۔ اس کی برسوں کی تھکن دور ہو چکی ہے۔ اس کے زخم مندمل ہو چکے ہیں اور وہ ایک بڑے نقشے میں اپنے تعمیری اور تخلیقی کام کو دیکھنے کے لئے آمادہ ہے اس وقت اگر اردو والوں نے حکومت کی بے ساکھی کو ڈھونڈا یا تمام وقت الزام دینے میں صرف کیا اور خود اپنی روحانی قوت پر اعتماد نہ کیا تو وہ بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ اور ان کی داستان تک بھی داستانوں میں نہ ہوگی۔

اردو ادب انقلاب کا حوصلہ عطا کرتا ہے اور ہماری تعمیری صلاحیتوں کو ابھارتا بھی ہے اس نے آزادی کے تخیل کو سنوارا ہے۔ اسے واضح اور جاندار بنایا ہے۔ اس نے ہمیں صرف اپنے گروہ سے محبت کرنے کا شوق نہیں دلایا بلکہ عام انسانوں سے محبت کرنا سکھلائی ہے تعصب اور تنگ نظری کی مخالفت کی ہے، اس نے ہمارے اندر رواداری، اور وسیع النظری پیدا کی ہے۔ اس نے باہمی منافرت کے شعلوں کو ٹھنڈا کیا ہے اور ان انسانی اور عالمی اقدار پر زور دیا ہے جن پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ اس کا شاندار ماضی اس کے شاندار مستقبل کی ضمانت ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم بیچ کی کڑی کو بھی مضبوط کر لیں اور حال کو سنوار لیں۔

میں نے ذیل کی سطور میں اردو کی ترقی کے لئے ایک پلان پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو اردو سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی خدمت کو سعادت اور شرف جانتے ہیں۔

تجویز | آزادی کے بعد ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اُردو کا دائرہ جو روز بروز تنگ ہوتا جارہا ہے۔ اس کو وسیع کیا جائے۔ اس کے لئے ہمیں اُردو کی ابتدائی تعلیم کی طرف خاص

طور پر توجہ دینا ہوگی۔ اور بند اس جگہ باندھنا ہوگا۔ اس کے لئے اس ''کم سے کم'' تعلیم سے بہرہ ور ہو کر ہی ہم موجودہ جمہوری نظام کو کامیاب بنانے اور نئے ہندوستان کے سنوارنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

مقاصد۔ ابتدائی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ کی اس وجہ سے بھی ضرورت ہے کہ تعلیمی معاملات میں خشتِ اول کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دراصل اس بُنیاد کے صحیح ہونے پر آئندہ عمارت کے صحیح اُٹھنے کا انحصار ہے جو نقش اس زمانے میں طبیعت پر مرتسم ہو جاتے ہیں وہ آخر تک قائم رہتے ہیں۔ سیرت اور شخصیت کی تعمیر بھی اسی زمانہ میں شروع ہوتی ہے اس لئے یہ تعلیم نہ تو خلا میں ہو اور نہ منزلِ وہ محمل سے بے نیاز ہو۔ اس میں حال کی ضرورتوں۔ ماضی کے تہذیبی تقاضوں۔ اور مستقبل کے امکانات کو اس طرح سمویا جائے کہ بچوں کے ذہن میں کسی قسم کی الجھن یا کشمکش پیدا نہ ہو اور وہ اپنی آئندہ ذمہ داریوں کو اُٹھانے کے اہل بن جائیں۔

یہ ابتدائی تعلیم اسی وقت موثر ہو سکتی ہے جب وہ

۱۔ مادری زبان میں دی جائے۔

۲۔ اس میں بچہ اور بڑے کی تہذیبی اور تمدنی ضرورتوں کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

۳۔ یہ تعلیم ملک کے عام تعلیمی رجحانات سے ستیز کار نہیں بلکہ ہم آہنگ ہو۔

۴۔ یہ ابتدائی تعلیم اتنی محدود نہ ہو کہ چند فروعی مسائل کی واقفیت سے آگے نہ بڑھے، اس کے دامن میں زندگی کا صحیح تصور اور گردو پیش کے مسائل کا صحیح احساس شامل ہو۔

تجویز۔ ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری حکومت کی ہے لیکن ہمارا ملک اتنا بڑا ہے اور ابتدائی تعلیم کا کام اتنا وسیع ہے کہ وہ محض حکومت کے سہارے ممکن نہیں اس کو فروغ دینے کے لئے نجی اداروں کو بھی آگے بڑھنا چاہیئے جو بے لوث ہو کر اس خدمت کو انجام دیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم خود اس بوجھ کو مردانہ وار اٹھائیں اور بچوں اور بڑوں کی ابتدائی یا سماجی تعلیم کے لئے ایسے مرکز اور مدرسے کھولیں جن میں مندرجہ بالا مقاصد کو پیشِ نظر رکھا جائے

۱- دیہی آبادی کے لئے | ابھی تک ہماری سرگرمیاں شہروں میں مرکوز رہی ہیں لیکن جمہوری نظام کے قیام نے مرکز ثقل دیہات کی طرف منتقل کر دیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ دیہاتوں میں بچوں اور بالغوں کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے۔

اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے یہ تجویز ہے کہ

(الف) گاؤں کے نظام کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور چوپال ایک ایسا تہذیبی مرکز ہو جہاں چھوٹے بچوں اور ان کے بڑوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ معاشرت کا پورا بندوبست کیا جائے۔

(ب) جہاں ممکن ہو دیہی ڈرامے کھیلے جائیں اور عوامی تہواروں میں پورا حصہ لیا جائے۔

(ج) بالغ مردوں اور عورتوں کو دو علیحدہ علیحدہ دن جمع کیا جائے اور ان کے لئے دلچسپ اور مفید مشاغل فراہم کئے جائیں۔

(د) اُردو کے شعرا اور فن کار سال کا کچھ وقت دیہات میں بسر کریں اور اس طرح اپنے ادبی اور لسانی شعور کو نکھاریں۔

۲- مدرسے | جہاں وسائل اس کی اجازت دیں وہاں مقامی اربابِ اختیار اور مقامی آبادی کی مدد سے ایسے سنگل ٹیچر پرائمری اور پری پرائمری اسکول کھولے جائیں جہاں اردو کے ذریعہ تعلیم ہو سکے اور ان کا نصاب بالکل وہی ہو جو عام سرکاری اسکولوں کا ہے۔

"سنگل ٹیچر" اسکولوں کے لئے جگہ کی کوئی قید نہیں۔ برگد کا سایہ۔ کسی مکان کا ایک مردانہ حصہ۔ چوپال۔ مسجد۔ خانقاہ جو بھی مل جائے وہ کافی ہوگی جہاں ممکن ہو مقامی آبادی کی مدد سے نئی عمارت اس طرح بنوائی جائے کہ بڑھئی فرنیچر بنانے میں مدد دیں اور مزدور عمارت کے کام میں۔ اس طرح ان کو مدرسہ سے جذباتی لگاؤ پیدا ہو جائے گا جو اس کی بقا کا ضامن ہوگا۔

۳- دیہی تہذیبی مراکز کے استادوں کی ٹریننگ اور نصاب | نزدیک کے شہر یا قصبہ میں دیہی مراکز کے مدرسوں

کی ٹریننگ کا انتظام بغیر کسی خاص صرف کے ممکن ہے۔

۱۔ یہ کورس تین مہینے کا ہو۔

۲۔ ایسے اساتذہ انتخاب کئے جائیں جو دیہات کے رہنے والے ہوں اور دیہی آبادی کے ساتھ رہنا پسند کریں۔

۳۔ ان اساتذوں کو بچوں اور بالغوں کو اُردو زبان پڑھانے کے طریقے اور سماجی زندگی کے اصول بتائے جائیں

۴۔ سماجی تعلیم صرف بچوں کی نہ ہو بلکہ بڑوں کی بھی ہو تاکہ گھر کی فضا اور مرکز کی فضا میں رابطہ پیدا ہو جائے۔

۵۔ اس کی کوشش کی جائے کہ یہ تعلیم راست سے زیادہ بالواسطہ ہو اور اس کی بُنیاد جبر و تشدد کے بجائے مہر و محبت، اتحاد اور میل جول پر قائم ہو۔

۶۔ یہ سماجی تعلیم اردو کے ذریعہ دی جائے اس سے نہ صرف یہ کہ اُردو کے علاقوں میں سماجی تعلیم آسان ہو جائے گی بلکہ زبان کو پھیلنے اور بڑھنے کا موقع ملے گا۔

شہری آبادی کے لئے

شہری آبادی کے مسائل یہ ہیں۔

ایک تو ان بچوں کا مسئلہ ہے جو سرکاری اسکولوں میں پڑھتے ہیں اور جہاں اردو زبان کے سیکھنے کی نہ سہولت ہے اور نہ ان کے پاس اسکول کے کام سے اتنا وقت بچتا ہے کہ وہ گھر پر اس کام کو اچھی طرح کر سکیں۔

دوسرے وہ بچے ہیں جو ادھوری تعلیم کے بعد کسی چھوٹے موٹے کام میں لگ جاتے ہیں اور اپنی زبان کی تحصیل اچھی طرح نہیں کر پاتے۔ تیسرے وہ والدین ہیں جن کی زندگی شہر کی ہماہمی اور ہنگامہ خیز مصروفیتوں میں اپنی زبان کی لطافتوں سے سرشار نہیں۔

سنڈے اسکول | اس آبادی کے لئے یہ تجویز ہے کہ سنڈے اسکول قائم کئے جائیں جہاں سماجی تعلیم دینے

اور اُردو زبان پڑھانے کا بندوبست ہو اور جہاں اصلاحِ معاشرت کے لئے مؤثر تدابیر اختیار کی جائیں۔ یہ اسکول اتنے دل کش ہوں کہ لوگ خود ان کی طرف کھنچ جائیں۔ کبھی کبھی نمائشیں، تقریریں، مشاعرے، مباحثے۔ ڈرامے کیے جائیں جن سے ان اسکولوں کی دلآویزی اور دل کشی میں اضافہ ہو سکے۔ اور بچے اور بڑے دونوں خوشی کے ساتھ جمع ہو سکیں اور تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔

ابتدائی اسکول | جہاں وسائل اس کی اجازت دیں، ہمیں پرائمری اور پری پرائمری اسکول قائم کرنا چاہئیں جن میں سرکاری نصاب کے ساتھ اُردو کی تعلیم کا معقول بندوبست ہو۔ اس معاملہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ بھی مدد کر سکتے ہیں اور ہمیں یہ مدد لینا چاہیے اس لئے کہ مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنا ہمارا بنیادی حق ہے جو دستور نے ہمیں دیا ہے اور یہ حق کوئی ہم سے نہیں چھین سکتا۔

یہ ابتدائی اسکول ایسے محلوں میں قائم کیے جائیں جہاں کی آبادی ان کے قیام و بقا میں مدد دے اور بجائے ایک شخص کے محلہ کا ہر فرد کسی نہ کسی طرح ان کی تعمیر و تشکیل میں دامے درمے قدمے شریک رہے۔

اُردو برادری کے جلسے | بڑی تعطیلوں میں پُرفضا دیہاتوں اور صحت مند مقامات پر اُردو برادری کے کیمپ قائم کیے جائیں جس میں ہندو مسلمان مل جل کر رہیں اور جہاں وہ متحدہ معاشرت کی ایک مثال قائم کریں۔ ان موقعوں پر اُردو کے خاص پروگرام بھی ہو سکتے ہیں مثلاً یومِ نظیر۔ یومِ سرشار۔ بیت بازی۔ قلمی دوستوں کا اجتماع۔

کارکن | ہم ایک عرصہ سے بیساکھی پر چلنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہماری خود اعتمادی رفتہ رفتہ فنا ہو رہی ہے موجودہ پلان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام اردو دوستوں کے صالح جذبات کو اُبھار کر ان کو تعمیری کام میں لگانا چاہتا ہے، اُس کی کامیابی کا انحصار بھی ایسے مخلص اور محنتی کام کرنے والوں پر ہے جو اس پروگرام کو ایک خوش گوار فرض سمجھ کر انجام دیں اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا پسینہ بہائیں۔

ابوالفضل نے لکھا ہے

"دریافتن مردم باکار کارے است بس دشوار"

اچھے اور مخلص کام کرنے والوں کی تلاش مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ ملک کی اتنی بڑی آبادی میں سے ایسی رضاکار لوگوں کی جماعت کا تیار کر لینا دشوار نہیں ہے جو اُردو سے ہندوستان سے اور ہندوستانی تہذیب سے سچی محبت کرتے ہوں اور اس کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں ۔

روپیہ کی فراہمی | رضاکارانہ کام کی اہمیت ہے لیکن رضاکاروں کے خون سے لعلِ ناب نہیں بنائی جا سکتی ۔ یہ پلان اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب مادی وسائل اور مالی سہولتیں فراہم ہوں اور ہر شخص کو اس کی محنت کا معقول معاوضہ ملے ۔

روپیہ جمع کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تجویز پیش کی جاتی ہے :

ایک روپیہ کی مہم | اردو والوں سے کہا جائے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ہم ہر سال، ہر چھٹے مہینے اور ہر تیسویں دن چندہ نہیں مانگتے ۔ صرف عمر میں ایک مرتبہ اور ایک روپیہ چاہتے ہیں ۔ یہ ایک روپیہ ہر بچہ اور بڑا لازماً سال بھر اور پھر دو سال کے اندر اندر صدر یا سکریٹری انجمن ترقی اُردو کے نام بذریعہ منی آرڈر، جو اُردو زبان میں لکھا جائے، بھیج دے ۔ مجھے یقین ہے کہ اہلِ اردو اس آواز پر لبیک کہیں گے اس لئے کہ یہ بڑی رقم نہیں اور مرکزی انجمن پر پوری قوم کو اعتماد ہے، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارا رابطہ اُردو کے ہر فرد سے قائم ہو جائے گا جس کا قائم ہونا بہت ضروری ہے ۔

ممکن ہے اس مہم میں اُردو کی پوری آبادی تعاون نہ کرے لیکن ½ تو کرے گی ابتداءً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کام صرف ایک ضلع یا صوبہ میں شروع کیا جائے ۔

خلاصۂ کلام | مجھے راستہ کی دقتوں کا اندازہ ہے لیکن ایسے کاموں میں ہتیلی پر سرسوں نہیں جمتی اگر آپ اس تجویز پر عمل کر سکے تو اردو کا تحفظ ہو جائے گا اور وہ شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں پھیل سکے گی جہاں اب تک ہم نے سرگرمی کے ساتھ کام نہیں کیا ۔ اس کے ذریعہ پوری جماعت میں حرکت و عمل اور اعتماد و یقین کی لہر دوڑ جائے گی جو نئے ہندوستان

کی ترقی کی رفتار کو تیز کر دے گی۔

پچھلے دس برسوں میں اردو کے ادیبوں نے جس خوبی کے ساتھ جمہوری طاقتوں کا ساتھ دیا ہے، باہمی منافرت کو کم کیا ہے۔ سچی وطنی محبت پیدا کی ہے اور عالمی قدروں کو ابھارا ہے اس سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم اردو کا کام خلوص اور محنت سے کرتے رہیں تو وہ ہندوستان میں ایک امتیاز کی جگہ حاصل کرسکتی ہے جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہماری زبان وادب کا رشتہ عوام سے اور عوامی تحریکوں سے مضبوط ہو اور اس میں زمانہ کی نبضیں چلتی ہوئی معلوم ہوں۔

اُردو کی چھاپہ کی مشینیں سُست ہیں۔ اُردو کے اہلِ قلم بھی زار و نزار اور مضمحل سے ہیں تخلیقی اور تحقیقی کام پر اتنی توجہ نہیں جتنی کم مایہ اور تیسرے درجہ کے ادب پر ہے۔ اس وقت ایک پبلشنگ ہاؤس بھی نول کشور کے مرتبہ کا نہیں جس نے غدر کے بعد ہماری آبرو رکھ لی تھی ہمیں ان سب باتوں پر سوچنا ہے لیکن سب سے پہلے ابتدائی اور مادری زبان کی تعلیم کا کام اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔ اس کے لئے اچھے استاد اور مناسب لٹریچر پیدا کرنا ہے اس کام کی اہمیت چاہتی ہے کہ یہ تحریک ہمہ جہتی ہو اہلِ اُردو کا اور ان کی خارجی دنیا کا رشتہ بے غرض لیکن مضبوط ہو۔ یہ رشتہ محض آرائشی اور نمائشی نہ ہو بلکہ حقیقی اور روحانی ہو۔ ان کی تخلیقی کوششیں اعلیٰ وطنی اور قومی مقصد کا جزو بن جائیں۔ ان کا قلم نوجوانوں کے دلوں میں وطن کی سچی اور بے لوث محبت پیدا کر دے اور ان کی تخلیقات آفاقی۔ انسانی اور اجتماعی بہتری کے لئے وقف ہوں، اگر ایسا ہوا تو میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ نئے سماج اور نئی تہذیب میں اُردو کا نام اور مقام بہت بلند ہوگا۔

(کل ہند اُردو کانفرنس حیدر آباد میں پڑھا گیا)